جناب عبدالماجد صاحب
لیکچرار گورنمنٹ کالج مانسہرہ

آزادی کا مفہوم کیا ہے؟

ہر سال ۱۴ اگست پورے ملک میں بڑے تزک واحتشام سے منایا جاتا ہے۔ اگست کا مہینہ شروع ہوتے ہی سرکاری اور غیرسرکاری ادارے اس دن کو منانے کی تیاریوں میں مصروف نظر آتے ہیں۔ کہیں بیرز رنگے جارہے ہیں تو کہیں رنگ برنگ کی جھنڈیوں سے آرائش کی جاتی ہے۔ آخر یہ تمام اہتمام کیوں؟ (قطع نظر اسکے کہ ان تقریبات کی شرعی حیثیت کیا ہے؟) یہ اس لیے کہ آزادی (Freedom) وہ مسحورکن لفظ ہے جس کے لیے نسل انسانی اپنی جان تک کا نذرانہ پیش کرنے سے نہیں کتراتی۔ برصغیر پاک وہند کے کروڑوں مسلمانوں نے اس دن انگریز جیسی عیاروجابر قوم کے تسلط اور ہندوؤں جیسی متعصب (Prejudice) قوم کی مکاریوں سے نجات حاصل کی اور اپنے لئے ایک آزاد اور خودمختار مملکت کے حصول میں کامیاب ہوئے۔ اب سوال یہ ہے کہ "کیا انگریزی تسلط کے خاتمہ کا نام آزادی ہے؟ یا حقیقی آزادی کا حصول ابھی باقی ہے؟

بات یہ ہے کہ جسمانی لحاظ سے (Physically) ہم آزاد تو ہوئے لیکن وہ بھی ادھورے کیونکہ

ع وضع میں تم ہو نصاریٰ تو تمدن میں ہنود

لارڈ میکالے کے نظام تعلیم کی وجہ سے ہمارے دل ودماغ غیروں کے غلام ہیں۔ غیروں کی ثقافتی یلغار کی وجہ سے ہمارے بچے اور جوان اسلامی کردار وعمل سے دور سے دور تر جارہے ہیں اور ہم ان اشعار کا مصداق بن چکے ہیں۔

میں نے دیکھا ہے کہ فیشن میں الجھ کر اکثر
تم نے اسلاف کی عزت کے کفن بیچ دیئے
نئی تہذیب کی بے روح بہاروں کے عوض
تم نے اپنی تہذیب کے شاداب چمن بیچ دیئے

اور یہ تمام چیزیں "اک سازش ہے فقط دین ومروت کے خلاف" سمجھتے ہوئے بھی ہم ان کو بدلنے

ہے ؟ کیا دولت کے ارتکاز پر پابندی ہے ؟ کیا اس ملک میں غریب اور امیر کی ہمیں کوئی تفریق نظر نہیں آتی ؟ کیا تمام لوگوں کا معیار زندگی بلند اور تقریباً یکساں ہے ؟ کیا لوگ خوش اور خوشحال ہیں ؟ کیا سب لوگ ایک دوسرے سے محبت کرتے ہیں ؟ کیا تمام نفرتیں ان میں ختم ہوچکی ہیں ؟ کیا ذات پات مٹ چکا ہے ؟ کیا مذہب نے ان کے سینوں میں محبت پیدا کرکے ان میں بھائی چارگی پیدا کردی ہے ؟ کیا پورے ملک میں امن کا دوردورہ ہے ؟ کیا محمود وایاز ایک ہی صف میں کھڑے نظر آتے ہیں ؟ کیا مسجدیں امن کا گہوارہ ہیں ؟ کیا وہ نمازیوں سے آباد ہیں ؟ کیا علماء نے آپس میں لڑنا ترک کردیا ہے ؟ کیا تمام مسلمان فرقے ایک تسبیح کے مختلف دانوں کی طرح ایک ہی لڑی میں پروئے جاچکے ہیں ؟ کیا پاکستان کے تمام لوگوں کیلئے ایک ہی قانون ہے ؟ کیا شاہ وگدا انصاف کیلئے ایک ہی عدالت سے رجوع کرتے ہیں ؟ کیا ملک میں رشوت ، بدعنوانی ، بے انصافی ، لاقانونیت اور برائی کے راستوں کو مسدود کردیا گیا ہے ؟ کیا فوج جذبہ جہاد سے سرشار ہوکر انسانی خدمت پر مامور ہے ؟ کیا ہمسایہ ممالک سے تعلقات برادرانہ ہیں ؟ کیا عالمی سوسائٹی میں ہمارا مقام بلند ہے ؟ کیا ہم کسی کے مقروض نہیں ہیں ؟ کیا برسوں میں شرح ناخواندگی صفر ہوچکی ہے ؟ کیا عوام کو ایک صحت مند ماحول میسر ہے ؟ کیا لوگ پرامید چست اور ہوشیار ہیں ؟ کیا ملک میں ضرورت کی تمام صنعتیں قائم کردی گئی ہیں ؟ کیا ہم زراعت کے میدان میں خودکفیل ہوچکے ہیں ؟ کیا ہمیں ملاوٹ سے پاک اشیاء حاصل ہیں ؟ کیا ملک میں کوئی شخص بے روزگار نہیں ؟ کیا ہر شخص محنت ، جفاکش اور مخلص ہے ؟ کیاسب لوگوں کے دلوں میں قوم کا درد اور پیار ہے ؟ کیا لوگ اطمینان بخش زندگی بسر کررہے ہیں ؟

اگر ان تمام سوالوں کا جواب نفی میں ملے تو سوچیئے کہ ہم نے ان پچاس سالوں میں کیا کیا ؟ غور وفکر کرنے سے معلوم ہوگا کہ ہم نے اس نصف صدی میں کچھ بھی نہیں کیا ۔ جو کام ہمارے کرنے کے تھے وہ ہم نے ترک کردیئے اور جن کاموں کے ساتھ ہمارا کوئی تعلق نہیں تھا ان کو فروغ دیا ۔ ہم نے اپنی کوئی ذمہ داری پوری نہیں کی اور اس نصف صدی میں اپنی دونسلوں کو ضائع کرنے کے سوا کچھ بھی نہیں کیا ۔ ہم دین ودنیا گنوا بیٹھے ہیں ۔ اگر ہم اپنا احتساب کریں اور دیکھیں کہ ہم نے کیا کھویا اور کیا پایا ؟ تو ہم یہ بھی دیکھیں گے کہ ہم نے ان پچاس برسوں میں کھویا ہی کھویا ہے ۔ پایا کچھ بھی نہیں ۔ اور اگر کچھ پایا ہے تو وہ اس ذلت ورسوائی کے سوا کچھ بھی نہیں جو اقوام عالم میں ہمارا مقدر ٹھہری ہے ۔ ہم جھوٹ موٹ کے الفاظ سے خود کو بہلانے کی جتنی بھی کوشش کریں مگر یہ حقیقت سب پر واضح ہے کہ آج دنیا میں ہمارا کوئی وقار نہیں ۔ آج کسی دوسرے معاشرے میں ایک پاکستانی کو پاکستانی کہتے ہوئے شرم محسوس ہوتی ہے ، اس لئے کہ ایک پاکستانی کو چورا چکا ، بداخلاق اور بددیانت شخص تصور کیا جاتا ہے ۔ بطور قوم بھی ہمیں کوئی ایسا اعزاز حاصل نہیں جس

پر ہم فخر سے سربلند کر سکیں۔ بلکہ ورلڈ بینک اور آئی ایم ایف کے قرضوں کی وجہ سے ہماری قوم کو ایک مقروض بھکاری قوم سمجھا جاتا ہے۔

ہمیں اپنے ملک میں جو تھوڑی بہت ترقی نظر آتی ہے یہ وہ ترقی ہے جو گذشتہ پچاس برسوں میں ساری دنیا کی ترقی کی نسبت سے معمولی درجے کی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ ہم اس وقت معاشی طور پر اندرونی اور بیرونی قرضوں کی وجہ سے کئی بلین روپے کے مقروض ہیں۔ اس طرح ہر پاکستانی ہزاروں روپے کا مقروض ہے۔ فکر کی بات یہ ہے کہ یہ قرض کون ادا کرے گا اور کیسے ادا ہوگا۔ آخر ہم اس صورت حال تک پہنچے کیسے؟ ہمیں کس نے لوٹا ہے اور کیوں لوٹا ہے؟ ہمیں غیروں نے نہیں لوٹا، اپنوں نے لوٹا ہے۔ یہ اپنوں کے دیئے ہوئے اتنے گہرے گاؤ ہیں کہ کسی صورت مندمل نہیں ہو رہے۔ ہم نے رہبروں کو رہزنوں کی صورت میں پایا ہے۔ ہمارے ملک میں اقتدار پر ایک ایسا طبقہ رہا ہے جس نے ہمارا استحصال کیا ہے۔ ہماری قومی دولت کو لوٹ کر ضائع کیا ہے۔ قومی سرمایے سے ذاتی سرمایے میں اضافہ کیا ہے۔ ملکی سرمایے کو اپنے بنائے ہوئے سیاہ قانون کے ذریعے بیرونی ممالک کے بینکوں میں ذاتی سرمایے کے طور پر منتقل کیا ہے۔ ملکی دولت کو اپنے اقتدار کی خاطر اپنے مفاد میں بے دریغ استعمال کیا ہے۔ ملکی اقتصادیات اور عوام کی حالت سے چشم پوشی کرتے ہوئے سرمایہ پر قبضہ کیا ہے۔ سرمایہ داری نظام کو فروغ دیا ہے۔ اور اسلامی نظام کے نفاذ کے راستے میں رکاوٹیں پیدا کیں۔ ملک میں سیاسی انتشار پیدا کیا ہے۔ عوام میں سیاسی اور مذہبی منافرتیں پیدا کیں۔ صوبائی اور لسانی عصبیتوں کو جنم دیا ہے۔ عوام کو ہر طرح سے پسماندہ کر کے اپنے مخصوص طبقے کو عوام پر مسلط کیا ہے۔

ہم اقوام عالم میں سیاسی طور پر انتہائی گراوٹ کا شکار ہیں۔ ہمیں امریکہ کا حواری سمجھا جاتا ہے۔ ہم نے گذشتہ پچاس برسوں میں اس امریکہ کی خدمت کی ہے۔ جسے پاکستان کے عوام اپنا دشمن تصور کرتی ہے۔ وہ امریکہ جو امن کے نام پر عالمی امن کو تباہ کر رہا ہے، وہ امریکہ جس نے مظلوم کی حامی اور مزدور کی دوست قوتوں کو اپنی گھناؤنی سازشوں کے ذریعے پارہ پارہ کر کے سیاسی بالادستی قائم کر لی ہے۔ آج ہم اس امریکہ کی دوستی کے نعرے بلند کر رہے ہیں۔ جس نے اپنے عوام کے عیش کیلئے تیسری دنیا کے ممالک کا سارا ذوق کھینچ لیا ہے۔ امریکہ کے ساتھ دوستی نے ہمیں اتنا کچھ ہی دیا ہے کہ اس نے ہمیں معاشی طور پر دیوالیہ کر کے سیاسی طور پر انتہائی کمزور بنا دیا ہے۔ ہم نے اپنے ہمسایہ ممالک سے برادرانہ تعلقات قائم کر کے ایشیاء میں امن پیدا کرنے کی بجائے ایشیاء کی سرد اور گرم جنگوں میں اہم کردار ادا کیا ہے۔ ہم نے داخلی طور پر ملک میں ایک ایسے سیاسی نظام کو فروغ دیا ہے۔ جو مکمل طور پر غیر سنجیدگی پر مبنی ہے۔ جاگیروں اور صنعتوں پر قابض طبقے نے ایک ایسی گروہی سیاست کو جنم دیا ہے جو جھوٹ، فریب، مکاری، دھونس، دھاندلی اور ذات پات کے نظام پر قائم ہے۔ ایک حکمران طبقے نے

خود کو ایسی سیاسی جماعتوں میں تقسیم کر رکھا ہے۔ کہ لوگ جس سیاسی جماعت کے ساتھ ہوں فتح اسی طبقے کی ہے۔

ہم نے گذشتہ پچاس برسوں میں ملک کو دولخت کیا۔ صوبائی، لسانی اور گروہی عصبتیوں کو ہوا دی۔ ملک میں ایک ایسی مذہبی منافرت پیدا کی کہ آج مسلمان مسلمان کا دشمن بن گیا ہے۔ مذہب کی خدمت کے نام پر انسانوں کو مختلف گروہوں میں تقسیم کر کے ان کے دلوں میں ایک دوسرے کے خلاف اس قدر نفرت پیدا کردی کہ ہر گروہ دوسرے کو مٹانے پر تلا ہوا ہے۔ گروہی سیاست اور مذہبی منافرت نے شہروں کا امن تباہ کیا ہے۔ اور دیہات کی پاکیزہ زندگی میں زہر گھول دیا ہے۔ افسر شاہی نے ریاست کے اختیارات استعمال کر کے ایک ایسا حکومتی ڈھانچہ تشکیل دیا ہے جو رشوت، سفارش اور اقربا پروری پر بنی ہے۔ نتیجہ معلوم کہ ملک کا ہر ادارہ معاشی طور پر کمزور اور کارکردگی میں بے اثر ہے۔ سیاسی درازدستیوں نے ہر ادارے میں اپنا عمل دخل اس طرح جاری رکھا کہ فوج، عدلیہ اور پولیس جیسے ملک کے بڑے ادارے بھی محفوظ نہ رہے۔

گذشتہ پچاس برسوں میں عوام کیلئے آزادی کا ایک خواب بھی پورا نہیں ہوا۔ حتیٰ پچاس برسوں میں عوام کو پینے کا صاف پانی بھی میسّر نہ آسکا۔ عوام کو اپنے آزاد ملک میں سیاسی آزادی ملی نہ اظہار کی آزادی آج عوام کیلئے زندگی کی بنیادی ضرورتیں حاصل کرنا پہلے سے کہیں مشکل ہے۔ ملک میں بے روزگاری بڑھی اور محنت زیادہ سستی ہوئی۔ ایک مزدور کو صحت مند رہنے کیلئے پہلے اگر دس گھنٹے کام کرنا پڑتا تھا تو آج اسے زندہ رہنے کیلئے سولہ گھنٹے کام کرنا پڑتا ہے۔ وہ کسان جسکی محنت سے کھیتیاں لہلہاتی ہیں۔ آج اسے آٹے کے حصول کیلئے بازاروں میں مارے مارے پھرنا پڑتا ہے۔ خوراک ملاوٹ سے پاک نہیں اور ادویات جعلی ہیں۔ ڈاکٹر بے روزگار ہیں، اور مریض علاج کے بغیر مر رہے ہیں۔ غریب کیلئے تعلیم بہت مہنگی ہے اور پھر حصول تعلیم کے بعد بھی بے روزگاری اس کا مقدر۔ ملک کی ۷۵ فیصد آبادی دیہات پر مشتمل ہے اور دیہاتی زندگی پہلے کی طرح جاگیردارانہ غلامی کا شکار ہے۔ ملک کی ۹۰ فیصد آبادی جہالت اور توہم پرستی کی اسلیئے شکار ہے کہ ۱۰ فیصد طبقے نے ملکی وسائل کو اپنے مفاد میں استعمال کیا ہے اور عوام کی حالت بہتر بنانے کی کوئی سنجیدہ کوشش نہیں کی ہے۔ پاکستان کی گولڈن جوبلی کے اس مبارک موقع پر ہمیں اس بات کا عہد کرنا ہوگا کہ اگر ہمیں اپنے وطن سے پیار ہے اور ہم اسکے استحکام اور ترقی کے خواہاں ہیں تو پھر ہمیں اپنے اپنے شعبے میں لگن اور تندہی سے کام کرنا ہوگا۔ ہمیں اس ملک کے سیاسی اور معاشی نظام کو بدلنے کیلئے ایسا لائحہ عمل اختیار کرنا ہوگا جس پر ہم سب عمل پیرا ہوکر ایک ایسا اسلامی فلاحی معاشرہ قائم کرنے میں کامیاب ہوجائیں جس کا خواب ہمارے اجداد نے دیکھا تھا۔